مکالمہ بین المذاہب کا قرآنی تصور

*ڈاکٹر محمد اظہار الحق

The current era, especially the Muslim Ummah is facing so many problems, internally and externally. Internally, different sects and schools of thoughts are indulge in clashes due to their intolrant attitude. Externally, their territorial integrity, sovereignity and liberty is underattack by Western intervention, and they are blamed with terrorism. In such a complex situation the Holy Quran presents some universal principles to meet with these challanges, to bring the religions closer to each other and avoid confrontation. These principles equally address different sects in a religion as well as different religions on international level. In this paper these Quranic principles are addressed with some detail.

عہد حاضر گونا گوں مسائل سے دوچار ہے۔ایک طرف امت اندرونی خلفشار کا شکار ہے، جبکہ دوسری طرف بیرونی دباؤ سے سروکار ہے۔ اندرونی طور پر مختلف مکاتبِ فکر باہم دست و گریبان ہیں، اور صبر سے گریزاں ہیں۔ برداشت سے عاری ہیں اور فرقوں کے پجاری ہیں۔ جبکہ دوسری طرف غیر مذاہب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یکجان و یک زبان نظر آتے ہیں، پروپیگنڈے کے محاذ پر آسمان سر پر اٹھاتے ہیں، اور مسلمانوں کو دہشتگردی کیلیے مورد ِالزام ٹہراتے ہیں۔ یوں لگتا ہے مسلمان اپنے آغاز کے اور انحطاط کے دور میں پلٹ گئے ہیں، اور بیرونی اور اندرونی دشمنوں میں اٹک گئے ہیں۔

آغاز کے ایسے ہی حالات میں قرآن نازل ہوا۔ امتِ مسلمہ کو راہنمائی دی۔ دوسرے مذاہب کے درمیان رہتے ہوے جینے کا ڈھنگ سکھایا۔ اپنے لیئے اور غیروں کیلیئے فضا کو پرامن بنایا۔ ان کے ساتھ مکالمات بھی ہوے، اور ان کے ساتھ معاہدات بھی۔ مدلل گفتگو اور بھرپور حکمتِ عملی اختیار کر کے اپنوں اور غیروں کے لیے فضا کو پرامن بنایا، خطرات سے امت کو نکالا اور مظلوم اور پسی ہوئی عوام کو سنبھالا۔ اس مقالے میں ایک مذہب کے اندر مختلف مکاتبِ فکر، اور ساتھ ہی مختلف مذاہب کے ساتھ مکالمے کے بارے میں قرآنی تصور کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کہ فضا کو متشددانہ بنانے کی بجاے مختلف مذاہب کے درمیان کن اصولوں کے تحت تعلقات کو استوار کیا جاسکتا ہے، اور نہ صرف امت کو بلکہ دنیا کو خطرات سے نکالا جاسکتا اور اسے امن کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے۔

بین المذاہب مکالمہ کے بارے میں ہمارے ہاں عام طور سے تین طرح کے تصورات پائے جاتے

* شعبہ عربی، علوم اسلامیہ و تحقیق، جامعہ گومل ڈیرہ اسماعیل خان۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہیں ۔موجودہ مغربی حکومتوں کا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بلا جواز اور بے سروپا پروپیگنڈہ اور جارحانہ اقدامات کو دیکھ کر ایک گروہ کا خیال ہے کہ بین المذاہیب مکالمے کی بجائے غیر مسلموں کو اس کا جواب اسی انداز میں دیا جائے جس طرح کا سلوک وہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں ۔اور اس کیلئے وہ ایمر جنسی جیسے حالات کیلئے بعض قرآنی آیات کا سہارا لیکر ان کے خلاف سخت گیر موقف اپناتے ہیں۔

اس کے برعکس دوسرا گروہ یہ رائے رکھتا ہے کہ موجودہ حالات میں مسلمان کمزور اور مغرب وامریکہ طاقتور ہیں ۔ان کیساتھ مخالفت کی بجائے اطاعت کا رویہ اپنایا جائے اور وہ جو کچھ کہیں اور کریں اسے ماننا اور برداشت کرنا چاہیے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا گروہ میانہ روی کا قائل ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کی کمزوری اور بتدریج قوت حاصل کرنے جیسے حالات کو مد نظر رکھا جائے اور ہر دو حالات میں بغیر کسی مداہنت کے اور اپنے اصولوں سے روگردانی کیے بغیر شائستگی اور وقار کیساتھ رہنے اور مخالفت برائے مخالفت کا طریقہ اپنانے سے گریز کرنا چاہیے ۔اور دوسروں کی مخالفت کا جواب دینے کیلئے پہلے اپنی کمزوریوں اور خامیوں پر قابو پایا جائے اور اپنے اندر اختلافات ،خواہ وہ رنگ ونسل اور زبان کے ہوں یا جغرافیائی اور مذہبی ہوں ،کو ختم کر کے اتحاد واتفاق کے ذریعے اپنی قوت کو برقرار رکھا جائے اور اس کے بعد اگر غیر مذہب کی جانب سے کوئی دست درازی ہو تو اس کا جواب بھی اپنے آفاقی اصولوں کو بالائے طاق رکھے بغیر ،موقع محل کے مطابق اسی انداز سے دینا چاہئے ۔ذیل میں وہ قرآنی اصول پیش کیے جاتے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں مسلمانوں کے اندر مختلف فرقوں کے اختلافات کو ختم یا کم لیا جا سکتا ہے۔اسی طرح مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے اندر بھی باہمی مفاہمت کی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔

۱۔ اسلام کا واضح تصور

سب سے پہلے یہ وضاحت کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا اپنا اور دوسروں کا تصور اسلام کے بارے میں واضح ہو۔اس وقت ایک بہت بڑی اکثریت اسلام کو ایک فرقے اور گروہ کا مذہب سمجھتا ہے،خواہ یہ لوگ مسلمانوں میں سے ہیں یا غیر مسلموں میں سے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے ۔اسلام اور مسلمان کسی فرقے اور گروہ کا نام نہیں۔

اسلام فطرتاً امن وسکون کا مذہب ہے جسکا آغاز محمد ﷺ سے نہیں ہوا بلکہ قرآن کی رو سے پوری کائینات کا مذہب اسلام ہے جو کہ پوری اطاعت وفرمانبرداری کیساتھ اپنے خالق کے قوانین کے مطابق کام

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کررہی ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے اسلام کو چھٹی صدی عیسوی تک محدود کر کے مسلمانوں کو کائینات کی وسعتوں سے نکال کر ایک فرقہ کی حیثیت سے پیش کر دیا ہے۔ اور اسکی آفاقی کتاب کو دیگر مذاہب کیطرح ایک انسانی گروہ کی کتاب سمجھ کر اسکی تعلیمات کو محدود اور اس کے دائرہ کار کو مختصر کر دیا ہے۔ حالانکہ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ ''اِن الدین عنداللہ الاسلام ''(اٰلِ عمران:۱۹)۔ کہ دین اللہ کے ہاں اسلام یعنی اطاعت اور فرمانبرداری ہی کا نام ہے۔ اور یہ کہ

"ولہ اسلم من فِی السمٰوٰتِ وَالارض (العمران :۸۳)

کہ کائنات کی ہر چیز اس کی مطیع فرمان ہے۔

انسان اس کائینات کا ایک چھوٹا سا ذرہ ہے اس کا ایک حصہ ہے نہ کہ اس سے الگ کوئی مخلوق۔ سورج ،چاند، ستارے، سیارے، جمادات، نباتات اور حیوانات جسطرح قوانین الٰہی کے مطابق کام کر کے خود کو فرمانبردار اطاعت گزار اور مسلمان ثابت کر رہے ہیں یہی مطالبہ انسان سے ہے کہ وہ خدائی احکامات کے آگے کائینات کیطرح سر جھکائے اور انہیں اپنائے۔ جسطرح پوری کائینات قوانین خداوندی کے مطابق کام کر کے امن وسکون سے ہے اور اس کے کسی حصے کا کسی دوسرے حصے سے ٹکراؤ نہیں، اسیطرح انسان، جسے ایک حد تک آزادی دی گئی ہے، سے یہی مطالبہ ہے کہ کائینات کیطرح الٰہی قوانین کے آگے سر تسلیم خم کر دے تو وہ بھی امن وسکون کی زندگی گزار سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کیطرف سے یہ اعلان ہے کہ:

بلیٰ من اسلم وجھہ لِلہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (البقرہ :۱۱۲).

کیوں نہیں، جو کوئی اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے اور وہ بھلائی کرنیوالا ہو تو اس کیلئے رب کے ہاں اجر ہے اور اس پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

پھر جو کوئی خدائے ذوالجلال کے قوانین کے آگے جھکتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اس کا دین بہترین دین ہے اور اس کے نتائج بھی بہترین ہیں:

ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ وھو محسن واتبع ملۃ ابرٰھیم حنیفا(النساء:۱۲۵).

کہ اس شخص سے بہتر دین کس کا ہوسکتا ہے جو خود کو اللہ کے (احکامات کے) آگے جھکا دے اور بھلائی کرنیوالا ہو، اور یکسو ہو کر دینِ ابرٰھیمی کا پیروکار بن جائے۔ بالفاظ دیگر کسی نے خدا کے دین کی اطاعت کرنی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہوتو وہ دین ابراہیم کی پیروی کرے اور یہی حکم ہر فرد کیلئے ہے کہ:

اَن اتبع ملّة ابرٰهيم حنيفا (النحل :۱۲۳)

کہ تو دینِ ابراہیمی کی پیروی کر۔اور یہ کہ:

اتبع ما اوحی اليك من ربك (الانعام :۱۰۶)

تو اپنے رب کی جانب سے تیری طرف کی گئی وحی کی پیروی کر۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجائے خواہشات نفس، خواہ وہ اپنے ہوں یا کسی اور فرد کے، پر چلنا بگاڑ اور فساد کا سبب بنتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن ہمیں سختی سے اس بات سے روکتا ہے اور تنبیہ کرتا ہے کہ:

ولو اتبع الحق اهواء هم لفسدت السمٰوت والارض ومن فيهن (المومنون ۷۱)

اور اگر حق ان کی خواہشات پر چلنے لگے تو پوری کائینات اور اسمیں جو کچھ ہو، میں فساد برپا ہوجائے۔

اور اگر کوئی خواہشات نفس کو دین کہتا یا سمجھتا ہے تو یہی سب سے بڑی گمراہی ہے:

ومن اضل ممن اتبع هواه بغير هدىً من الله (القصص :۵۰)

اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی بجائے اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا ہے۔

ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله (ص :۲۶) .

تو خواہشات نفس کے پیچھے مت چل، کہ وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دینگے۔

اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ 'مسلمان' انسانوں کے کسی ایک گروہ یا فرقے کا نام نہیں بلکہ پوری کائینات اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق عمل کرکے ''مسلمان'' ہے، تو جو انسان بھی اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق عمل کریگا وہ مسلمان ہوگا، خواہ وہ کسی بھی خطۂ زمین سے تعلق رکھتا ہے، کوئی بھی زبان بولتا ہے، کسی بھی رنگ ونسل سے تعلق رکھتا ہو۔

''مسلمان'' نام کا ایک گروہ بھی جس حد تک اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہے اسی حد تک وہ مسلمان/اطاعت گزار ہے۔۱۰فیصد عمل کرتا ہے تو ۱۰فیصد مسلمان ہے پچاس فیصد عمل کرتا ہے تو پچاس فیصد اور ۱۰۰فیصد عمل کرتا ہے تو سو فیصد مسلمان ہے اور اگر عمل نہیں کرتا تو وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں خواہ اسکا جو

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

بھی نام ہو اور ''مسلمان'' نامی گروہ کے ساتھ پیدائشی لحاظ سے تعلق رکھتا ہو۔ بقول علامہ محمد اقبال:

زبان سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل

دل و زبان جو مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ آفاقی تصور اگر دل میں بیٹھ جائے تو اس کے مطابق کائینات کے ساتھ ساتھ کائینات کی اس ادنیٰ مخلوق، انسان کو پرکھا جائے تو ان کیساتھ تعلق اور مکالمہ آسان ہو جاتا ہے۔

۲۔ مشترکہ عقائد پر اجتماع

دوسرا اصول جو قرآن ہمیں سکھاتا ہے یہ ہے کہ رب کی اطاعت کے حوالے سے ان میں جو قدر مشترک ہے اسی پر ان سب کو یکجا اور متفق کیا جائے اور یہ تصور اور تأثر دیا جائے کہ ان نکات پر ہم ایک ہیں۔ ہمارے درمیان افتراق کی بجائے اتحاد ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ:

قل یا اهل الکتب تعالو الی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا الله و لا نشرك بهٖ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون اللّهَ (آل عمران:٦٤).

اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کیطرف آؤ جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اس کیساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں، اور اللہ کے علاوہ ایک دوسرے کو آپس میں رب نہ بنائیں۔

جہاں تک اختلافی باتوں کا تعلق ہے اسے اچھالنے کی بجائے ایک ذہین استاد کی طرح سمجھانے کی کوشش کی جاے، یا ایک حاذق حکیم کیطرح اپنے مریض کی روحانی بیماری کو دیکھ کر اسے برا بھلا کہنے کی بجائے اسکی سخت باتوں کو سن کر اسے تسلی دے اور ہمدردی اور محبت سے اسے دلیل سے بار بار سمجھانے کی کوشش کرے۔خلوص اور محبت سے بیمار کی آدھی بیماری خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔

۳۔راہنمایانِ مذاہب میں competetion سے اجتناب

ایک اور وجہ جو مذاہب کے درمیان قربت کی بجائے دوری کا سبب بنتا ہے وہ مذاہب کے پیروکاروں کا اپنے انبیاء و مصلحین کی دوسروں پر برتری ثابت کرنیکی کوشش ہے۔ جہاں یہ تصور پیدا ہوتا ہے وہاں اپنے اکابرین مذہب کیساتھ بے جا عقیدت کی کہانیاں گھڑ لی جاتی ہیں۔قرآن اس تصور کو ختم کرتا ہے۔قرآن ایک طرف مختلف انبیاء کی انفرادی خصوصیات کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ:

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض (البقرہ:۲۵۳).

یہ رسول ہیں کہ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اور اس کیساتھ ہی یہ بھی بتاتا ہے کہ یہ انفرادی خصوصیات ایک کی برتری اور دوسرے کی کہتری کو بیان کرنے کیلئے نہیں۔ بلکہ تمام انبیاء ایک ہی ہستی کی جانب سے ایک ہی خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کی دعوت دیتے رہے ہیں۔لہذا ان میں ہم فرق نہیں کرتے:

لا نفرق بين احدٍ من رسله (البقرہ:۲۸۵)

کہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں بھی فرق نہیں کرتے۔

لہذا مذاہب کے درمیان انبیاء ومصلحین کے نام سے جو مقابلہ کیا جاتا ہے قرآن اس کا خاتمہ کر دیتا ہے کہ خدا کی نظر میں ذمہ داری کے لحاظ سے تمام انبیاء برابر ہیں۔یہی وجہ ہے کہ محمد مصطفی ﷺ نے اسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

انا اولی الناس بعيسیٰ بن مريم فی الدنيا والاخرة. الانبياء اخوة العلات ، امهٰتهم شتّٰی و دينهم واحد (۱).

میں لوگوں سے زیادہ عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ دنیا اور آخرت میں تعلق کا حقدار ہوں۔تمام انبیاء بھائی بھائی ہیں۔ان کی مائیں مختلف ہیں لیکن ان کا دین ایک ہی ہے۔

ایک اور روایت ہے اسے مزید وضاحت کے لیے یوں فرمایا:

عن ابن عباس :ما ينبغی لعبدٍ ان يقولَ :انی خير من يونس بن متی(۲)

کسی بندے کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ: میں (ﷺ) یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

تو اپنے نبی کو برتر ثابت کرنا اور دوسرے کو کمتر گردانا مذاہب کے درمیان اختلاف اور فساد کا باعث بنتا ہے۔چنانچہ قرآن نے ان انبیاء کیبارے میں ایک اصولی بات بتادی کی وہ منصب کے لحاظ سے برابر ہیں اور سب واجب الاحترام ہیں۔کسی ایک کا انکار سب کے انکار کے مترادف ہے۔تو پھر یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ انبیاء تو اپنے آپ کو ایک دوسرے سے برتر نہیں کہتے،اور اس سلسلے میں متوقع اختلاف کی جڑ کاٹ دیتے ہیں،اور ان کے نام لیوا انہیں برتر ثابت کرنے،ایک دوسرے پر فضیلت دینے،انہیں الوہیت کے مقام تک پہنچا کر اس کی وجہ سے ایک دوسرے سے اختلاف کرنا اور آپس میں لڑنا جھگڑنا شروع کر دیں۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۴۔دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو برا بھلا کہنے سے اجتناب

یہ ایک اصولی بات ہے کہ ہر ایک Action کا Reaction ہوتا ہے۔عمل نرم ہوگا تو ردعمل بھی نرم ہوگا۔سخت گفتگو کا جواب بھی سخت ہی ملتا ہے۔اور پھر عمل ور دعمل کا ایک سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔قرآن ایک فرد کو دوسرے کے اعمال کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتا بلکہ ہر فرد اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوتا ہے: ارشاد ہے: ولا تذر وازرة وزرَ اخری (فاطر:۱۸)

کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

چنانچہ قرآن دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو گالی گلوچ سے منع کرتا ہے کہ Reaction میں ایسا نہ ہو کہ وہ حقیقی خدا کو گالیاں دینے لگیں۔اس لئے ہدایت دی کہ:

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبو ا اللہ عدواً بغیر علم (الانعام:۱۰۸)

جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں تم انہیں گالی مت دو کہ وہ لاعلمی میں اللہ کو گالیاں دے دیں گے۔

یہی حکم کسی ایک مذہب کے اندر مختلف مسالک وفرقوں کیلئے بھی ہے اور عالمی سطح پر مذاہب کے پیروکاروں کے بارے میں بھی ہے۔یہی طرزِ عمل اگر اختیار کیا جائے تو مذاہب کے درمیان اختلاف وشدت کی بجائے دوستی اور Nuterality کی فضا پیدا ہوگی۔کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس پر شائستہ Debate ہوگی۔لیکن نوبت اختلاف سے بڑھ کر مخالفت تک نہیں پہنچے گی۔

۵۔کتب مقدسہ کا احترام

جس طرح مسلمانوں کو اپنی الہامی کتاب عزیز ہے اور اس کا ظاہری طور پر بہت احترام کیا جاتا ہے۔ بعینہ ہر ایک مذہب کی مقدس اور الہامی کتاب موجود ہے،خواہ اسمیں تحریفات کیوں نہ ہوں۔انہیں بھی قرآن کی طرح وہ کتاب عزیز اور قابلِ احترام ہے۔اور اس کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کو جرم تصور کیا جاتا ہے۔ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جسطرح ایک بہت بڑی تعداد قرآن کی تعلیمات سے ناواقف ہے،اس سے بڑھ کر لاعلمی و ناواقفیت دوسرے مذاہب کی کتب سے ہے۔ حالانکہ توحید اور آخرت کے بارے میں ، باوجود تحریفات کے،آج بھی یہی تعلیمات ان میں موجود ہیں۔سچائی ، ہمدردی ،امانت ودیانت ،ہمسایوں کے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حقوق کی ادائیگی وغیرہ جیسی اخلاق حمیدہ کی تعلیم سب میں موجود ہے۔اسطرح اخلاقِ رزیلہ مثلاً جھوٹ، زنا، قتلِ ناحق، خیانت وغیرہ کو سب بُرا اور ناپسندیدہ فعل بیان کرتے ہیں۔اسی وجہ سے ان تعلیمات کے بارے قرآن کہتا ہے کہ یہی قرآن ہے اور اسکی تعلیمات دوسری کتب میں بھی ہیں: قرآن کا ارشاد ہے۔

وانه لفی زبر الاولین (الشعراء:۱۹۶).

یہ قرآن پہلوں کی لکھی ہوئی کتب میں موجود ہے۔

اور غالباً اسی وجہ سے رسول ﷺ نے زبور کو قرآن کہا ہے کہ داودؑ قرآن پڑھا کرتے تھے۔ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

> داوٗد علیہ السلام کیلئے قرآن کو آسان بنادیا گیا۔وہ اپنی سواری کی تیاری کا حکم دیتے تو اسے تیار کیا جاتا۔اور اسکی سواری کے جانور کی تیاری سے قبل قرآن پڑھ لیتے اور اپنے ہاتھ کی کمائی میں سے کھاتے تھے(۳)۔

شاید اسی احترام کو پیش نظر رکھ کر غزوہ خیبر کے موقع پر جب مالِ غنیمت کے ساتھ تورات کے کچھ نسخے ملے، اور یہود نے ان کی واپسی کی درخواست کی، تو آپ ﷺ نے تمام نسخوں کو انہیں واپس کرنے کا حکم دیا(۴)۔ بالکل اسی طرح اسلام دوسروں کے سامنے بھی یہی اصول پیش کرتا ہے کہ وہ اسلام یا کسی بھی مذہب اور اس کی کتب کے بارے میں ادب واحترام کو ملحوظ رکھیں۔باہمی احترام کا یہ طرزِ عمل ان کے درمیان خلیج اور فاصلوں کو کم کردیگا۔

۶۔عبادت گاہوں کا احترام

قرآن کریم عبادت گاہوں میں بھی تفریق نہیں کرتا بلکہ سب عبادت گاہیں خواہ وہ کلیسا ہے یا گرجا گریا کوئی اور عبادت گاہ، اسے اللہ کی عبادت اور اس کے ذکر کا مرکز تصور کرتا ہے، اور ان کی حفاظت کا درس دیتا ہے۔قرآن کا ارشاد ہے:

ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع و بيع و صلوات و مساجد يذكر فيها اسم الله كثيراً (الحج:۴۰).

> اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا تو خانقاہیں اور گرجا گھر اور معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، سب مسمار کرلی جاتیں۔

اصل میں صوامع اور بیع اور صلوات کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔صومعہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

راہب اور سنیاسی اور تارک الدنیا فقیر رہتے ہوں۔ بیعہ کا لفظ عربی میں عیسائیوں کی عبادتگاہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔صلوات سے مراد یہودیوں کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ یہودیوں کے ہاں اس کا نام صلوتا تھا جو ارامی زبان کا لفظ ہے۔ بعید نہیں کہ انگریزی لفظ 'salute' اور (salutation) اسی سے نکل کر لاطینی میں اور پھر انگریزی میں پہنچا ہو'' (۵)۔

قرآن ان تمام عبادت گاہوں کو ذکرِ الٰہی کے مقامات کہتا اور عبادتگاہوں کا مقام دیتا ہے۔ مذہبی جنون اگر بڑھ جائے تو کوئی عبادتگاہ صحیح وسالم نہ رہے۔ جسطرح، مثلاً قسطنطین اعظم نے جب عیسائیت قبول کر لی، تو اس نے عیسائیت کی تبلیغ شروع کی اور انطاکیہ کی مشہور عبادت گاہ 'معبدِ انطاکیہ' گرا دیا تھا (۶)۔ ماضیٔ قریب میں بلغاریہ میں بہت سی مساجد کو نہ صرف بند اور تباہ کیا گیا، بلکہ سڑکوں، پارکوں، اور عمارتوں کی تعمیر کے بہانے ان کو گرایا گیا (۷)۔ یہی حالت ہندوستان میں ہندو مذہبی جنونیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی مساجد کے ساتھ ہوا۔ وہاں ۳۲۴ مساجد کو بند کر دیا گیا۔ صرف نئی دلی میں ۹۲ مساجد کو مویشیوں کے باڑے اور رہائش گاہوں میں تبدیل کیا گیا۔ بعض میں بت رکھے گئے، صوبۂ ہریانہ کی ایک مسجد کو مندر میں تبدیل کیا گیا (۸)۔ اسی طرح کا سلوک اشتراکی روس اور جمہوری امریکہ اور جرمنی وغیرہ میں مسلمانوں کی عبادتگاہوں کے ساتھ روا رکھا گیا۔

اسلام ان تمام مذاہب کی عبادتگاہوں کو قابلِ احترام تصور کرتا اور ان کی حفاظت کا درس دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کی فتح کے بعد اہل ایلیا کیساتھ جو معاہدہ کیا اس میں خصوصی طور پر یہ ذکر پوری وضاحت کیساتھ کر دیا گیا کہ ''ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائیگی، نہ وہ ڈھائے جائینگے، نہ ان کو نہ ان کے احاطے کو کچھ نقصان پہنچایا جائیگا، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائیگی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائیگا'' (۹)۔

تمام مذاہب میں اگر باہمی رواداری اور احترام کا جذبہ پیدا ہو، تو مذاہب کے درمیان بہترین ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر یکطرفہ طور پر اس طرح کی ہم آہنگی ممکن نہیں۔ جسطرح اسلام نے اپنی بالادستی کے دور میں اقلیتوں اور ماتحتوں کے ساتھ ایک مثالی سلوک کیا، آج بھی اس طرح کی پہل عالمی طاقتوں کی جانب سے اپنے مفتوح اور زیرِ دست اقوام کی طرف ہو گی تو بہترین قسم کی مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لیے بھی یہ ایک واضح ہدایت ہے کہ ایکدوسرے کی عبادتگاہوں اور مقدس مقامات کا احترام کیا جائے۔ انہیں تو یہاں تک بتا دیا گیا ہے کہ:

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

و ان المساجدِ للّٰہ فلا تدعوا مع اللہ احداً (الجن:۱۸).

اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں، لہذہ تم اللہ کے ساتھ اور کسی کو نہ پکارو۔

مگر ہم نے اللہ کی مسجدوں کو شیعہ، سنی، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اور دیوبندی، بریلوی اور سلفی وغیرہ میں تقسیم کر کے انہیں دوسرے گروہوں کیلیے ممنوع قرار دیا گیا۔ حتیٰ کہ بعض نے تو بورڈ لگوا کر اس پر لکھ دیا کہ یہ مسجد فلاں فرقے کی ہے، اور فلاں فرقے والوں کے لیے اس میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ اور یوں اللہ کی مسجد کو ایک فرقے کی مسجد قرار دیکر باقیوں کیلیے خدا کے گھر کے دروازے بند کر دیے گئے۔ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے تو قبیلۂ بنی ثقیف کے وفد، اور نجران کے وفود کو مسجدِ نبوی میں ٹھہرایا، بلکہ نجران کے وفد کو تو مسجدِ نبوی میں مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت دی (۱۰)۔

۷۔ معاہدات کی پاسداری

جس طرح کائنات کے مختلف سیارے اور ستارے اپنے اپنے فلک اور دائرے میں گردش کر رہے ہیں اور ان کے درمیان کوئی غیر مرئی فطری معاہدہ ہے کہ تمام اجرامِ فلکی اپنے اپنے حدود میں رہ کر کام کریں گے اور دوسروں کے حدود میں مداخلت کر کے رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ اس باہمی معاہدے پر عمل پیرا ہو کر پوری کائینات بغیر کسی انتشار و افتراق کے سکون سے کام کر رہی ہے۔ بالکل اس طرح انسانی معاشرے میں اچھے تعلقات اور پرسکون زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے مختلف طبقات میں ہم آہنگی ہو۔ ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے ان کے درمیان باہمی معاہدات ہوتے ہیں جنکی پاسداری لازمی ہوتی ہے۔ معاہدات خواہ تحریری شکل میں ہوں یا باہمی زبانی عہد و پیمان اور وعدے ہوں، ان پر خلوص کیساتھ اگر عمل کیا جاے تو اس سے آپسمیں اعتماد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ اعتماد پیدا ہو تو دشمن بھی آپ کیساتھ اپنی امانتیں تک رکھنے سے نہیں کترایے گا، جس طرح قریشِ مکہ نے آپ ﷺ کے پاس اپنی امانتیں، باوجود دشمنی کے، رکھی ہوئی تھیں۔ اس کے لیے قرآن نے بنیادی اصول دیا ہے:

یاایھاالذین امنوا اوفوا بالعقود (المائدہ:۱).

اے ایمان والو! معاھدات کو پورا کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا:

واوفوا بالعھد ،ان العھد کان مسؤلا (بنی اسرائیل: ۳۴).

تم وعدوں کو پورا کرو، یقیناً وعدے کے بارے میں پوچھا جایئگا۔

اسی ایفاے عہد کو مدنظر رکھ کر آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق ابوجندل کو یہ کہتے ہوے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

واپس کیا کہ ''اے ابوجندل! صبر کرو، ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لیے کوئی راستہ نکال لیگا (۱۱)۔ چنانچہ کفار نبیﷺ پر عہد شکنی کا کوئی الزام نہیں لگا سکے، اور پھر خود ہی انہوں نے یہ شرط ختم کر ڈالی اور مسلمانوں کو مدینہ جانے کی اجازت ملی۔ یہی وہ اعتماد سازی تھی جس کی وجہ سے قریشِ مکہ نے معاہدہ توڑا، تو ابوسفیان بلاخوف وخطر مدینہ آکر اس کی تجدید کی کوششیں کرنے لگا۔ اس کی خواہش تو پوری نہ ہوسکی اور بد عہدی کا نتیجہ فتح مکہ کی صورت میں نکلا۔ مگر ابوسفیان اور اس جیسے دوسرے لوگ آپﷺ کے عظیم کردار سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

۸. عدل وانصاف

معاشرے کے وہ طبقات جو قومیت، لسانیت، علاقائیت اور فرقہ پرستی کی بنیاد پر پروان چڑھے ہوں، تو ان میں فرقہ وارانہ اور قوم پرستانہ جذبات موجزن ہوتے ہیں۔ اپنی قومیت، فرقے اور مسلک کی بالادستی کو ہر قیمت پر قائم رکھنا اور مقابل کے فریق کو ہر قیمت پر نیچا دکھانا ان کی فطرت بن جاتی ہے۔ جاہلی معاشرے کی طرح جدید جاہلیت پر مبنی اقوام اور گروہوں کا آج بھی یہ اصول ہے کہ:

"انصر اخاك ظالماً او مظلوماً (۱۲).

کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔

مگر اس کے برعکس قرآن نے ایک آفاقی اصول کو اپنایا، جسمیں تعلقات کی بنیاد علاقائی یا مذہبی گروہ بندی نہیں، بلکہ حق وانصاف کی بالادستی کا اصول ہے۔ قرآن کا یہ اصول آج بھی تمام مذاہب کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کیلیے ایک پل کا کام دے سکتا ہے۔ یہ قرآنی اصول ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

ولا یجرمنّکم شنـاٰن قوم علـیٰ ان لا تعدلوا، اعدلوا هو اقرب للتقویٰ(المائدہ:۸)

تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل کرنا چھوڑ دو، تم عدل سے کام لو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

عدل وانصاف کا تقاضا اس سے بڑھ کر یہ بھی ہے کہ معاملہ اگر اپنوں کا ہے تب بھی رشتہ داری اور تعلق کو چھوڑ کر حق کا ساتھ دیا جاۓ۔ اس لیے قرآن نے اس کو بھی بیان کر دیا ہے کہ:

واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ(الانعام:۱۵۲).

جب تم سے (عدل کا) کہا جاۓ، تو تم عدل سے کام لو خواہ معاملہ قریبی رشتہ دار کا ہی کیوں نہ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہو۔

یعنی اگر کوئی معاملہ کسی فرد یا اس کے رشتہ داروں کا کسی دوسرے فریق کیساتھ ہے، اور دوسرا فریق حق پر ہے، تو ساتھ اسی کا دینا چاہیے نہ کہ اپنے رشتہ دار کا۔ اسکی غلطی کو غلطی کہنا چاہیے، اور اس کیخلاف فیصلہ دینا چاہیے۔ اس کی بہترین مثال مسلمانوں کے ایک قبیلہ بنی مخزوم، کی ایک عورت کا ہے جس نے چوری کی۔ پکڑی گئ تو الزام ایک یہودی پر لگا دیا گیا۔ اپنوں میں سے بعض نے مخزومیہ کی سفارش کی۔ مگر آپ ﷺ نے جرم ثابت ہونے پر فیصلہ اس کیخلاف دیا اور یہودی کو بری کر دیا گیا (۱۳)۔

آج بھی اگر مختلف مذاہب ومسالک کے لوگ یہی طرزِ عمل اپنالیں، اور قرآن کی اس آیت سے روشنی حاصل کرلیں، تو اختلافات اگر ختم نہیں ہوسکتے تو کم ضرور ہوسکتے ہیں، اور فرقہ پرستی دم توڑ سکتی ہے۔ اور اس کی جگہ مذہبی ہم آہنگی پیدا ہوسکتی ہے۔

۹. بحث ومباحثہ کے اصول

پہلے بتایا گیا ہے کہ ہر مذہب اور مسلک کے پیروکاروں کو اپنا مسلک اور مذہب عزیز ہوتا ہے، اور اسے وہ برحق سمجھتا ہے۔ چنانچہ بعض اوقات اسے سچا ثابت کرنے کیلیے بحث ومباحثہ سے واسطہ پڑتا ہے۔ عام طور سے اس طرح کے debates میں فریق مخالف کی تذلیل وتحقیر کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا۔ قرآن کریم بین المذاہب مباحثوں کیلیے جواصول پیش کرتا ہے وہ شائستگی پر مبنی ہے۔ وہ دلیل کے زور پر بات کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:

ولا تجادلوا اهل الكتٰب الا بالتى هى احسن (العنكبوت:۴۶)

اور تم اہل کتاب کے ساتھ مباحثہ نہ کرو مگر عمدہ طریقے کیساتھ۔

یہ احسن طریقہ کیا ہے، اسے دوسری جگہ یوں واضح کیا گیا ہے:

ادع الىٰ سبيل ربك بالحكمة و الموعظة الحسنة و جادلهم بالتى هى احسن (النحل:۱۲۵).

تم اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کیساتھ دعوت دو، اور لوگوں کیساتھ بہترین طریقے سے مباحثہ کرو۔

یہ عمدہ اور بہترین طریقہ کیا ہے، صاحبِ تفہیم القرآن کے الفاظ میں یہ ہے:

...مباحثہ معقول دلائل کیساتھ، مہذب وشائستہ زبان میں، اور افہام وتفہیم کی سپرٹ میں ہونا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

چاہیے تاکہ جس شخص سے بحث کی جارہی ہواس کے خیالات کی اصلاح ہو سکے۔مبلّغ کوفکراس بات کی ہونی چاہیے کہ وہ مخاطب کے دل کا دروازہ کھول کرحق بات اس میں اتار دے اوراسے راہِ راست پر لے آے۔اس کوایک پہلوان کی طرح نہیں لڑنا چاہیے جس کا مقصداپنے مدمقابل کونیچا دکھانا ہوتاہے۔بلکہ اس کوایک حکیم کی طرح چارہ گری کرنی چاہیے جومریض کا علاج کرتے ہوے ہروقت یہ بات ملحوظ رکھتا ہے کہ اس کی اپنی کسی غلطی سے مریض کا مرض اورزیادہ نہ بڑھ جاے،اور اس امرکی پوری کوشش کرتا ہے کہ کم سے کم تکلیف کیساتھ مریض شفایاب ہوجاے(۱۴)۔

جہاں تک دلیل سے بات کرنے کاتعلق ہےتواوپر کی آیات کے سیاق وسباق کے حوالے سے نجران کے وفدکیساتھ جومباحثہ عیسیٰؑ کی ابنیت والوہیت کے بارے میں ہوا،اس میں قرآن کااستدلال ملاحظہ کیجیۓ:

ان مثل عیسیٰ عندالله کمثل ادم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون (ال عمران ۵۹).

بیشک عیسیٰ کی مثال اللہ کے ہاں آدم کی طرح ہے،اسے مٹی سے پیدا کیا پھراسے کہا کہ ہوجا، سووہ ہوگیا۔

یعنی عیسایٔیوں کےنزدیک عیسیٰؑ کا بن باپ پیدا ہونا اس کی ابنیت والوہیت کی دلیل تھی۔اس کا جواب قرآن کی جانب سے یہ دیا گیا کہ عیسیٰ کی پیدائش اورادم کی معجزانہ پیدائش میں کوئ بنیادی فرق نہیں ہے۔ بلکہ ادم کی پیدائش تو مسیح کی بن باپ پیدائش سے زیادہ معجزانہ ہے،کیونکہ وہ تو ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا ہواہے۔اب اگرادم بن ماں باپ پیدا ہوکرابنیت والوہیت کا مقام حاصل نہیں کرسکا ہے،تو پھرعیسیٰ کیسے خدا بن سکتا ہے؟

اس مدلل بحث کا انداز دیکھیے کہ ایک طرف تو مسکت جواب دیا گیا ہے،جبکہ دوسری طرف فریقِ مخالف کی تذلیل وتحقیر کا بھی کوئی پہلواس میں نظرنہیں آتا۔

۱۰. خواہشات پرمبنی نظریات وعقائد سے اجتناب

انسان خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو،اس کی گمراہی کے اسباب میں سے ایک بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ وہ اپنی پسند اورخواہش کے تحت کچھ عقائد ایجاد کر لیتا ہے،جن کا اصل مذہب میں کوئی وجودنہیں ہوتا۔پھرایک قدم بڑھ کروہ چاہتا ہے کہ جس چیزکواس نے دین کا درجہ دیا ہے،دوسرے بھی اسے اپنائیں۔وہ ان افکارکواس انداز سے پیش کرتا ہے جیسے یہ خدا کی طرف سے ہیں۔اس کا نتیجہ پھر یہ نکلتا ہے کہ وہ خود بھی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

گمراہ ہو جاتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔قرآن ایسے لوگوں کا طرزِ عمل بیان کر کے اسے رد کرتا ہے، اور جھوٹا قرار دیکر اس سے اجتناب کرنے کی ترغیب دیتا ہے:

و انّ منھم لفریقاً یلوٗن السنتھم بالکتٰب لتحسبوہ من الکتٰب وما ھو من الکتٰب و یقولون ھو من عنداللہ وما ھو من عنداللہ و یقولون علی اللہ الکذب (اٰلعمران:۷۸).

ان میں سے ایک گروہ زبان کو مروڑ کر کتاب پڑھتا ہے تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے۔وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی جانب سے نہیں ہے۔یہ لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

گویا جس کلام کو وہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ درحقیقت ان کی اپنی خواہشات ہوتی ہیں۔اور جو کوئی خواہشات کا بندہ ہوتا ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

و من اضلّ ممن اتبع ھواہ بغیر ھدیً من اللہ (القصص:۵۰)

اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا ہے۔

بالفاظ دیگر، خواہشاتِ نفس لوگوں میں اتفاق پیدا کرنے کی بجاے افتراق پیدا کرتا ہے۔انسان کو سیدھی راہ چلنا ہے تو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۱۱. ایک لاٹھی سے سب کو نہیں ہانکنا چاہیے

مذاہب کے درمیان ٹکراو اور کشمکش تو آغاز ہی سے جاری ہے، اور چلتی آرہی ہے۔مذاہب کے بارے میں ایک ہی گروہ کے افراد کی سوچ آپسمیں مختلف ہوسکتی ہے، جس میں ان کے درمیان فرق ضروری ہے۔سب پر بلا سوچے سمجھے ایک ہی فتویٰ نہیں لگانا چاہیے۔مثلاً عیسائیت ہی کو لیجیے۔ان کے بارے عام تأثر ہمارے ہاں یہی پایا جاتا ہے کہ وہ تثلیث کے قایل، پوری بائبل کو الہامی کتاب سمجھتے اور بے دین ہیں۔مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسی بات درست نہیں۔عیسائیت میں اچھی خاصی تعداد ایسے افراد کی پائی جاتی ہے جو بائبل کے اندر سمجھتے ہیں تحریف ہوئی ہے۔تثلیث پر ان کا اعتقاد نہیں، اور اسلام کے بارے میں ان کا رویہ مثبت ہے۔وہ اپنے مذہبی فرقوں کے عقائد سے بیزار ہیں، اور اپنے طور پر عبادت گزار ہیں۔قرآن بھی یہی بات دوٹوک انداز میں ہمارے سامنے رکھتا ہے کہ یہ سب عیسائی ایک جیسے نہیں:

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

لیسوا سواء، من اهل الکتٰب امّة قائمة یتلون اٰیات الله اناء اللیل وهم یسجدون، یؤمنون بالله والیوم الاٰخر و یأمرون بالمعروف و ینهون عن المنکر و یسارعون فی الخیرٰت واولئك من الصالحین. و ما یفعلوا من خیر فلن یکفروه، والله علیم بالمتقین (اٰل عمران: ۱۱۳۔۱۱۵).

یہ سب ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ حق پر قائم ہے، وہ رات کی تاریکی میں اللہ کی آیات کو پڑھتے ہیں اور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں۔ یہی لوگ صالحین میں سے ہیں۔ یہ جو کچھ بھی بھلائی کے کام کرتے ہیں اس کی ناقدری نہیں کی جائیگی۔ اللہ اس سے ڈرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

تو جس طرح مسلمانوں کا کوئی گروہ اگر غلطی کا مرتکب ہو، اور دوسرے مذاہب والے تمام مسلمانوں کو موردِ الزام ٹھہرائیں، تو یہ مبنی بر انصاف نہ ہوگا۔ بعینہٖ دیگر مذاہب کے افراد جب دوسروں کے بارے میں گفتگو اور تبصرہ کریں تو وہ مبنی بر احتیاط و مبنی پر انصاف ہونا چاہیے۔ دوسروں کی اچھی باتوں کا اعتراف کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تو انکے اندر اس حقیقت پسندی کی وجہ سے مثبت ردعمل پیدا ہوگا۔ اس قرآنی اصول پر اگر عمل پیرا ہوا جائے تو یہ مختلف مذاہب کے افراد کے درمیان ہم آہنگی فروغ پانے میں بہترین کردار ادا کر سکتا ہے۔

۱۲۔اچھے نام سے یاد کرنا

قرآن اہل کتاب کے بارے میں ایک اور اصولی انداز اختیار کرتا ہے کہ اہل کتاب، باوجود اختلافی عقائد رکھنے کے، دیگر مشرک اقوام کے مقابلے میں اسلام کے زیادہ قریب ہیں۔ قرآن جب کبھی ان سے مخاطب ہوتا ہے تو انہیں ’کافر‘ و ’مشرک‘ جیسے نام پکارنے کی بجائے ’’یا اھل الکتٰب‘‘ کے پیارے انداز سے مخاطب ہوتا ہے۔ اس اندازِ خطاب سے مخاطَب کے اندر اگر قبولِ حق کی صلاحیت نہ بھی ہو، تو بھی ان کے اندر کم از کم مخالفانہ جذبات پیدا نہ ہونگے۔ کسی مذہب کے بارے میں مخالفانہ جذبات کا پیدا نہ ہونا بھی اس مذہب کے حق میں جاتا ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۱۳. باہمی تعاون کے لیے سنہری اصول

افراد اور قومیں اپنے مخصوص ماحول میں رہتے ہوئے اپنے ہی کو مفاد مدنظر رکھ کر فیصلے کرتی ہیں۔اس طرح کے فیصلے بسا اوقات دوسرے افراد اور قوموں کے مفاد کے خلاف پڑتے ہیں۔دوسروں کیساتھ نا انصافی سے بچنے کیلیے قرآن ایک بہترین اصول وضع کرتا ہے اور باہمی تعاون کیلیے حدود متعین کرتا ہے۔ قرآن اس اصول کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

تعاونوا علی البرّ والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان(المائدہ:۲).

تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور خدا خوفی کے کاموں میں تعاون کرو،اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں باہمی تعاون نہ کرو۔

اس پر انفرادی سطح سے لیکر اجتماعی سطح تک ، ہر فرد، گروہ، قوم وملک اور مذہب ومسلک عمل پیرا ہوسکتا ہے،اور اسے ہر کوئی تسلیم بھی کرتا ہے۔چنانچہ اس پر عمل کر کے بین المذاہب یگانگت پیدا کی جاسکتی ہے۔

مختصر یہ کہ:

قرآن نے بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے جو اصول دیے ہیں وہ آفاقی اصول ہیں۔وہ اسلام کو کسی گروہ یا قوم کے مذہب کے طور پر پیش نہیں کرتے بلکہ اسے پوری کائنات کا مذہب ٹھہراتے ہیں۔مختلف اقوام و مذاہب کے اختلافی افکار کو اچھالنے کی بجائے ان کو اتفاقی نکات پر اکٹھا ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔دیگر مذاہب کے انبیاء اور ان کی مقدس کتب کو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا قرار دیکر انہیں تسلیم کرتے اور ان کا احترام کرنے کا درس دیتے ہیں۔مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کو خدا کا گھر تسلیم کرتے ہوئے سب کو قابلِ احترام سمجھتے ہیں۔یہ اصول مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان بحث ومباحثہ میں شائستگی اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور کسی کی دل آزاری کرنے ،انہیں برے ناموں سے پکارنے یا ان کی تحقیر وتذلیل کرنے سے روکتے ہیں۔مخالف مذہبی گروہوں کے سب افراد کو ایک ہی طرح کا سمجھ کر ان سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنے کی بجائے،ان گروہوں کے اچھے افراد اور ان کے اچھے اخلاق واعمال کی کھلے دل سے تعریف کرنے کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔مزید یہ کہ تمام مذاہب کے اندر بگاڑ پیدا کرنے اور راہِ حق سے بھٹکانے والے اصل عنصر،خواہشاتِ نفس، کی نشاندہی کر کے اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں،اور اس کی بجائے اللہ کی کتاب کے صریح احکامات کی طرف دعوت دیکر ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔سب سے بڑھ کر نیکی میں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

باہمی تعاون اور گناہ میں عدمِ تعاون کی دعوت دیتے ہیں۔

یہ وہ اصول ہیں جنہیں ہر مذہب کے لوگ اصولاً تسلیم کرتے ہیں۔ ان پر خلوص سے عملدرآمد ہو جائے تو یقیناً دنیا میں مذہبی ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے، اور یہ دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

حوالہ جات

۱. ابن الخطیب، **مشکوٰۃ المصابیح**، باب الانبیاء، نور محمد اصح المطابع و تجارتِ کتب، دہلی

۲. امام زین الدین احمد بن عبداللطیف محمد بن اسماعیل: **مختصر صحیح البخاری**۔ کتاب احادیث الانبیاء ص ۶۷۵، دارالسلام للنشر، ریاض، سعودیہ عربیہ

۳. ایضاً: کتاب احادیث الانبیاء نمبر ۱۴۲۷)۔

۴. ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، **رسول اکرم ﷺ اور رواداری**، فضلی سنز کراچی ۱۹۹۸ ص ۱۱۳)

۵. سید ابوالاعلیٰ مودودی، **تفہیم القرآن**، **مکتبہ تعمیر انسانیت**، لاہور، ۳: ۲۳۵)

۶. المسعودی، **مروج الذہب و معادن الجوہر** (دو جلد) نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۵، ۲: ۱۶۹

۷. محمد انور ابن اختر، **امتِ مسلمہ پر کفار کے مظالم کے دلخراش حالات**، مکتبۂ ارسلان، کراچی، ۲۰۰۳، ص: ۲۵۵۔۲۵۶)

۸. ایضاً ص: ۵۴ تا ۵۶

۹. شبلی نعمانی، **الفاروق**، اسلامی اکادمی، لاہور، ۱۹۹۷، ص: ۲۸۶)۔

۱۰. مولانا شبلی نعمانی، **سیرۃ النبی**، مکتبۂ تعمیرِ انسانیت، لاہور، ۱۹۷۵، ۲: ۴۸ تا ۵۱

۱۱. ایضاً ۲: ۳۲۴

۱۲. مولٰنا جلیل احمد ندوی، **راہِ عمل**، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۲، ص: ۱۸۲

۱۳. **سیرۃ النبی**، ۲: ۲۸۳

۱۴. سید ابوالاعلیٰ مودودی: **تفہیم القرآن**، ۳: ۲۰۸

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.